باسمہٖ تعالیٰ

عورت کی دیت خطا کا مسئلہ

مولانا محمد نافع

آج کل اخبارات و رسائل میں عورت کی دیت خطا کے متعلق بحث جاری ہے۔ بندہ کے پاس بھی اس مسئلہ کے متعلق بعض حضرات کے بیانات ارسال کیے گئے ہیں تاکہ اس مسئلہ کی نوعیت کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا جائے۔

تو اس بنا پر مسئلہ ہذا کے متعلق چند ایک ضروری چیزیں بیان کی جاتی ہیں۔ اس مختصر سے بیان میں بندہ کا مسئلہ حقہ کی حمایت کرنا مقصود ہے۔ لہٰذا اظہار حق کے طور پر یہ بیان پیش نظر رکھا جائے اس میں ذاتی طور پر کسی شخصیت کے ساتھ مخاصمت مقصود نہیں ہے۔

تحریر مدعیٰ: مدعیٰ کی وضاحت کے طور پر ناظرین کرام یہ چیز پیش نظر رکھیں کہ عورت کو خطاءً کوئی شخص قتل کر دے تو اس کی دیت (یعنی اس کی غلطی کا عوضانہ) کا حکم شریعت میں کیا ہے؟

اور اس کی مقدار شریعت میں کیا کچھ مقرر ہے؟

اس کے ماسوا جو اقسام قتل کے متعلقہ احکام شریعت میں بیان کیئے گئے ہیں۔ ان کی تفصیلات یہاں ذکر نہیں کی جائیں گی۔ صرف عورت کے قتل خطا کی دیت کی مقدار کے متعلق گفتگو کی جائے گی یہی چیز زیر بحث ہے۔

مسئلہ کی نوعیت: مسئلہ ہذا کوئی جدید مسائل میں سے نہیں ہے یہ مسئلہ قبل ازیں علماء سلف نے اپنے اپنے دور میں منقح کر کے واضح طور پر تحریر کر دیا ہے۔ کہ عورت کی دیت قتل خطا کی صورت میں مرد کی دیت کی نسبت سے "نصف" ہوتی ہے۔

اکابر علماء احناف نے اس مسئلہ کو اپنی قدیم ترین کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ یہ چیز علماء کرام

سے مخفی نہیں۔ عام احباب کی معلومات میں اضافہ کے لیے چند ایک حوالہ جات ایک ترتیب سے پیش کئے جاتے ہیں۔ ان پر غور فرما لینے سے انصاف پسند اور حق کے متلاشی حضرات کو تسلی ہو جائے گی۔

اور یہ بات بھی واضح رہے۔ کہ اس دور میں اس مسئلہ کو جس شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے دواعی اور اسباب دوسرے ہیں (ان کی تشریح میں جانا مناسب نہیں) ورنہ یہ مسئلہ کوئی معلق اور مستور امر نہیں تھا جس کا اب اس دور میں جدید حل تلاش کیا جا رہا ہے۔

مضمون کی ترتیب: اس مقام میں جو مواد پیش کیا جا رہا ہے اس کو ترتیب ذیل سے ذکر کیا جائے گا۔

پہلے اصل مسئلہ پر اکابر علماء احناف کے قدیم ترین حوالہ جات مع اپنی تائیدات کے درج ہونگے اس کے بعد مختلف ادوار سے معتمد حوالہ جات بعض متون اور شروح سے تحریر کیے جائیں گے اور ساتھ ہی شوافع مالکی اور حنبلی علماء کے بعض بیانات بھی بطور تائید شامل کیے جائیں گے۔

اصل مسئلہ پر استدلال تمام کرنے کے بعد اس مسئلہ پر جو اس وقت شبہات وارد کیے جا رہے ہیں۔ ان کا ازالہ کیا جائے گا۔ اور آخر میں عورت کے مقام اور اس کے ساتھ اسلام میں انصاف و رواداری کے مسئلہ پر مختصر کلام ذکر کیا جائے گا۔

دلائل: اکابر علمائے احناف نے مسئلہ ہذا پر جو دلائل ذکر کیے ہیں۔ ان کو ایک ترتیب کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔ ناظرین کرام بغور ملاحظہ فرمائیں۔

امام محمدؒ بن حسن الشیبانی ۱۸۹ھ حضرت امام ابو حنیفہؒ (المتوفی ۱۵۰ھ) کے مشاہیر تلامذہ میں سے ہیں اور اپنے استاد محترم امام صاحب سے انہوں نے شریعت اسلامیہ کے بے شمار مسائل باسند نقل کیے ہیں۔ امام محمدؒ کی تصنیفات اہل علم میں مشہور اور متداول ہیں۔ ان تصانیف میں کتاب الحجۃ (لامام محمدؒ) ایک مشہور و معروف تصنیف ہے۔ اس کتاب میں امام محمدؒ نے کتاب الدیات کے تحت ایک مستقل باب عورت کی دیت کے متعلق قائم کیا ہے۔ اس باب میں آپ نے اپنے استاد محترم سے پوری سند کے ساتھ اس مسئلہ کو نقل کیا ہے۔

روایت اول: "وکذٰلک اخبرنا ابوحنیفہ عن حماد عن ابراھیم عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہٗ قال عقل المرأۃ علی النصف من عقل الرجل فی النفس وفی مادونہا" (کتاب الحجۃ للامام محمد صفحہ ۲۷۸ جلد رابع طبع حیدر آباد دکن باب فی عقل المرأۃ تحت الدیات)

یعنی امام محمدؒ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے مجھے خبر دی اور انہوں نے اپنے شیخ حماد سے یہ خبر نقل کی اور حماد نے ابراہیم سے اور ابراہیم نے حضرت علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی کہ: حضرت علیؓ نے فرمایا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہوتی ہے۔ چاہے اس کی ذات کے متعلق ہو یا اس کی ذات سے کم درجے میں ہو۔"

مزید تشریح: امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے اس کی مزید تشریح اس طرح ذکر کی ہے۔ کہ عورت کی ذات کی دیت ہو یا اس کے دیگر تمام زخموں کا عوضانہ ہو یہ سب مرد کے اعتبار سے نصف ادا کیا جاتا ہے۔

(کتاب الحجۃ ص ۲۷۶ ـ ۲۷۷ ج ـ رابع طبع حیدر آباد دکن باب فی عقل المرأۃ)

تائید اول: اس کے بعد امام شافعیؒ (المتوفی ۲۰۴ھ) کی جانب سے مذکورہ بالا روایت کی تائید ذکر کی جاتی ہے۔

امام شافعیؒ اپنی مشہور تصنیف "کتاب الام" میں اسی سند بالا کے ساتھ تحریر کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے اپنے شیخ حماد سے نقل کیا اور حماد نے ابراہیم النخعی سے نقل کیا اور ابراہیم النخعی حضرت علیؓ سے ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ عورت کی دیت مرد کے اعتبار سے نصف ہوا کرتی ہے چاہے عورت کی ذات کی دیت ہو یا اس کی ذات سے کم درجے میں ہو۔

(کتاب الام للامام شافعیؒ ص ۲۸۲ ج ـ ۷ فی عقل المرأۃ)

تائید ثانی: امام شافعیؒ کی تائید کے بعد آپ ہی کی ایک دوسری تائید پیش کی جاتی ہے جو علامہ البیہقیؒ نے "السنن البیہقی" میں ذکر کی ہے۔

علامہ البیہقی اپنی سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کہ:۔

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ ہمیں امام شافعیؒ نے خبر دی۔ وہ محمد بن حسن سے نقل کرتے ہیں اور وہ امام ابوحنیفہؒ سے۔ وہ اپنے شیخ حماد سے۔ وہ ابراہیم النخعی سے

وہ حضرت علی المرتضیٰؓ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ عورت کی دیت مرد کے اعتبار سے نصف ہوتی ہے چاہیے۔ عورت کی ذات کے متعلق ہو یا اس سے کم درجے میں ہو۔"

(السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۹۶ ج ۸ طبع حیدرآباد۔ دکن تحت ما جاء فی جراحات المرأۃ)

اس مقام میں روایت اول کی تائید اور تصدیق میں ہم نے دو عدد تائیدیں با سند امام شافعیؒ اور امام البیہقی سے نقل کی ہیں۔ ان کے ذریعے حضرت علی المرتضیٰؓ کے فرمان بالا کی توثیق کبار ائمہ کے ذریعے پائی گئی ہے۔

لہٰذا مسئلہ مذکورہ کی صحت میں کوئی اشتباہ باقی نہیں رہا۔

اب ہم ذیل میں اسی روایت کا اکابر تابعین کے نزدیک پسندیدہ ہونا اور اس کا قابل استدلال ہونا نقل کرتے ہیں۔ تاکہ واضح ہو جائے کہ حضرت علیؓ کا یہ قول (جو حکم مرفوع میں ہے) مقبول ہے متروک نہیں ہے۔

ترجیح: روایت بالا کے مرجح ہونے اور ماخوذ و معتبر ہونے کے لیے ذیل میں کبار علماء کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ حضرت علیؓ کا مذکورہ فرمان جو حکماً مرفوع ہے۔) وہ بعض دیگر اقوال صحابہ سے راجح ہے۔

۱۔ چنانچہ امام ابو حنیفہؒ نے اپنی سند کے ساتھ ابراہیم النخعی سے نقل کیا ہے۔ کہ علیؓ ابن ابی طالب کا فرمان میرے نزدیک ابن مسعودؓ اور زیدؓ بن ثابت کے قول سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

۱۔ (کتاب الآثار للامام محمد ص ۱۰۱ طبع قدیم لکھنؤ تحت باب دیۃ المرأۃ وجراحاتھا)

۲۔ کتاب الحجۃ ص ۲۸۲ ج ۴ باب فی عقل المرأۃ

۳۔ کتاب الام لامام شافعیؒ ص ۲۸۲ ج ۷ تحت فی عقل المرأۃ وعلی ہامشہ المسند للشافعی

روایت دوم: اب اس مقام میں روایت دوم پیش کی جاتی ہے۔ جو امام محمدؒ نے کتاب الحجۃ میں بالفاظ ذیل ذکر کی ہے۔

واخبرنا محمد بن ابان عن حماد بن ابراھیم عن عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما۔ انہما قالا: عقل المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل فی النفس وفیما دونہا۔

یعنی امام محمدؒ اپنے شیخ محمد بن ابان سے اور وہ اپنے شیخ حماد سے اور حماد ابراہیم النخعی سے اور وہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں حضرات سے نقل کرتے ہیں کہ دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ عورت کی دیت بنسبت مرد کے نصف ہے۔ چاہے عورت کی ذات کے متعلق دیت ہو یا اس سے کم درجے میں ہو۔

۱۔ کتاب الحجۃ لامام محمد ص ۲۸۴ ج ۔ رابع باب فی عقل المرأۃ ۔ طبع حیدرآباد۔ دکن

۲۔ کتاب الام للامام شافعیؒ ص ۲۸۲ ج ۔ ۷ تحت فی عقل المرأۃ

۳۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۹۶ ج ۔ ۸ باب ماجاء فی جراح المرأۃ

روایت ہذا میں حضرت عمرؓ بن الخطاب اور حضرت علی المرتضیٰؓ کا فرمان (جو حکم مرفوع میں ہے) نقل کیا گیا ہے۔ اب اس کے قابل استدلال اور لائق استناد ہونے پر اکابر ائمہ کے تائیدی اقوال پیش کیے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ دونوں حضرات کا یہ فرمان ماخوذ اور قابل قبول ہے۔ متروک نہیں ہے۔

امام محمدؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ :-

"فقد اجتمع عمر و علی علی ھذا فلیس ینبغی ان یوخذ بغیرہ"

یعنی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ رضی اللہ عنہما دونوں حضرات عورت کی دیت کے نصف ہونے پر اتفاق کر چکے ہیں لہٰذا اس قول کو چھوڑ کر دوسرے قول کو اخذ کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔

۱۔ کتاب الحجۃ لامام محمدؒ ص ۲۸۴ ج ۔ رابع باب فی عقل المرأۃ۔

۲۔ کتاب الام للامام شافعیؒ ص ۲۸۴ ج ۔ ۷ تحت فی عقل المرأۃ

امام شافعی کا قول: مزید برآں اس مسئلہ پر امام شافعیؒ کا ایک اور فرمان ان کی تصنیف "کتاب الام" میں درج ہے۔ اس میں بڑی تحدی کے ساتھ امام موصوف فرماتے ہیں۔ کہ قدیم و جدید ادوار میں اس مسئلہ میں کہ عورت کی دیت مرد کے دیت سے نصف ہوتی ہے۔ اور اس کی مقدار پچاس شتر میں خلاف کرنے والا کوئی اہل علم مجھے معلوم نہیں ہے۔"

(کتاب الام للامام ابی عبداللہ محمد بن ادریس الشافعیؒ ص ۹۲ ج ۶ تحت دیۃ المرأۃ

یہاں سے واضح ہوتا ہے۔ کہ امام شافعیؒ صاحب سے برابر اور مساوی دیت کا اگر کوئی قول کہیں مذکور ہے تو وہ امام صاحب کا سابق قول ہے اور بعد میں امام شافعیؒ صاحب کا نصف دیت کا ہی قول ہے جس طرح کہ انہوں نے اس مقام میں تصریح فرما دی ہے۔

روایت سوم: اصل مسئلہ کی توثیق و تائید میں اب تیسری روایت پیش کی جاتی ہے جس میں مسلمان آزاد عورت کی دیت کا مسئلہ اکابر تابعین نے "عہد نبوت" سے نقل کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں دیت کی مقدار کی تفصیل بیان کی ہے۔ چنانچہ امام شافعیؒ اپنے مسند میں اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ:۔

"عن ابن شهاب عن مكحول وعطاء قالوا: ادركنا الناس على ان دية الحر المسلم على عهد النبى صلى الله عليه وسلم مائة من الابل فقوم عمر تلك الدية على اهل القرىٰ الف دينار او اثنىٰ عشر الف درهم ودية الحرة المسلمة اذا كانت من اهل القرىٰ خمس مائة دينار او ستة آلاف درهم واذ كان الذى اصابها من الاعراب فديتها خمسون من الابل۔"

اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ابن شہاب زہری مکحول اور عطاء سے نقل کرتے ہیں وہ دونوں کہتے تھے۔ کہ اس دور کے لوگوں کو ہم نے اس بات پر پایا کہ مسلمان آزاد مرد کی دیت "عہد نبوت"

میں سو اونٹ تھی۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس دیت کی قیمت اہل قری پر ایک ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم مقرر فرمائی اور آزاد مسلمان عورت کی دیت (اگر عورت اہل قریہ یعنی شہری باشندوں میں سے ہو) پانچ سو دینار یا چھ ہزار درہم مقرر فرمائی (جو مرد کی دیت کے اعتبار سے نصف ہے) اور اگر عورت بادیہ نشینوں میں سے ہو تو اس کی دیت پچاس اونٹ ہوگی (جو مرد کی دیت کے اعتبار سے نصف ہے)

۱۔ (المسند للامام شافعیؒ ص ۲۶۰ ج ۶ بر حاشیہ کتاب الام تحت ومن کتاب الجراح الخطاء

۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۹۵ ج ۸ باب ماجاء فی دیۃ المرأۃ۔

۳۔ نصب الرایہ للزیلعی ص ۳۶۴ ج رابع تحت کتاب الدیات

۴۔ الدرایہ لابن حجر ص ۲۷۴/۲۷۳ ج ثانی تحت کتاب الدیات

اصل مسئلہ پر ماقبل میں تین عدد روایات (مع تائیدات کے) نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ تیسری روایت اکابر تابعین نے عہد نبوت اور عہد صحابہ سے نقل کی ہے۔ جس میں مسئلہ ہذا کا فیصلہ نقل کیا گیا ہے۔ گویا نبوت کے دور میں اس مسئلے کی جو صورت قائم تھی۔ اس کی حضرت عمرؓ نے مزید وضاحت کر دی۔ یعنی مرد اور عورت کی دیت کی مقدار الگ الگ متعین فرما کر بیان کر دی۔

اس بیان کو کبار علماء امت نے اعتماد کرتے ہوئے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے چار عدد علماء کا حوالہ تو ہم نے نقل کر دیا ہے اسی طرح اس کو نقل کرنے والے بے شمار مصنفین ہیں۔

نیز یہ بات بھی قابل توجہ ہے۔ کہ روایت ہذا پر نقد اور جرح علماء نے نہیں کی یہ اس کی قبولیت کی علامت ہے۔

روایت چہارم: اب اس کے بعد ایک قدیم محدث کی روایت اس مسئلہ کی تائید میں نقل کی جاتی ہے۔ یعنی ابن ابی شیبہ (المتوفی ۲۳۵ھ) نے اپنی سند کے ساتھ قاضی شریح کا فیصلہ نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:۔

حدثنا علی بن مسہر عن ہشام الشعبی عن شریح ان ہشام بن ہبیرۃ کتب الیہ یسئلہ فکتب الیہ "ان دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل

فیما دق وجلّ"۔

(المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۷۰۰ (مخطوطہ) کتاب الدیات تحت جراحات الرجال والنساء

یعنی قاضی شریح کے ہاں ہشام بن ہبیرہ (جو بصرہ کا قاضی تھا) نے اس مسئلہ کے متعلق تحریراً دریافت کیا تو قاضی شریح نے جواب میں لکھا کہ عورت کی دیت مرد کے اعتبار سے نصف ہوتی ہے یہ دیت چھوٹی چیز میں ہو یا بڑی میں:

قاضی ہشام اور قاضی شریح: ناظرین کرام پر یہاں یہ چیز واضح ہو کہ ہشام بن ہبیرہ بصرہ میں قاضی تھے۔ اور یہ اپنے قضا کے دور میں قاضی شریح سے وقتاً فوقتاً مسائل میں استفادہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ جیسے حضرات سے مشورہ لینے سے استغنا میرے لئے مشکل ہے۔

(طبقات ابن سعد ص ۱۰۹ ج ۔ ۷ (سابع) تحت ہشام بن ہبیرہ قاضی شریح اسلام کے بہت بڑے مشہور قاضی تھے۔ جن کو حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں کوفہ میں قاضی بنایا تھا پھر یہ ہمیشہ قاضی رہے اور حضرت علیؓ کے دور میں بھی عہدۂ قضا پر فائز رہے۔ اور بڑے بڑے اکابر صحابہؓ سے روایات نقل کرتے تھے مثلاً حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ وغیرہم۔ یہ بہت بڑے فقیہ شاعر اور اپنے فن میں فائق تھے۔ حضرت علیؓ ان کے حق میں فرماتے تھے کہ "تم عرب کے بہت بڑے قاضی ہو"۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ ص ۵۹ ج ۔ اول تحت شریح قاضی

(۲) تہذیب التہذیب ص ۳۲۶ ۔ ۳۲۷ ج ۔ چہارم تحت شریح قاضی

مذکورہ بالا روایت سے یہ چیز واضح ہو گئی ہے۔ کہ قاضی ہشام نے قاضی شریح سے مسئلہ ہذا کو دریافت کیا اور قاضی شریح نے (جو اس دور کے قاضی القضاۃ تھے) فیصلہ لکھ دیا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ صحابہؓ کرام کے دور میں اس مسئلہ کا فیصلہ یہی تھا جو قاضی شریح نے تحریر کر کے بھیجا تھا۔

روایت پنجم: اب اس کے بعد حضرت معاذ بن جبلؓ سے (مرفوعاً) روایت جو پائی گئی ہے وہ ذکر کی جاتی ہے۔

عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم دیة المرأة علی النصف من دیة الرجل۔

(وروی) ذالک من وجه آخر عن عبادة بن نسی و فیه ضعف۔

یعنی معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے۔کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے اعتبار سے نصف ہوتی ہے۔اور یہ روایت دوسرے طریقے سے عبادہ بن نسی سے مروی ہے اور اس دوسرے طریق میں ضعف ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۹۵ ج ۸ باب ماجاء فی دیة المرأة۔)

اصل مسئلہ کی تائید میں ما قبل میں ہم نے متعدد روایات پیش کی ہیں جن میں ایک روایت مرفوع ہے۔اور باقی روایات موقوف اور مرسل ہیں ان سب میں یہ مسئلہ صاف طور پر واضح ہوگیا ہے۔کہ جو عورت خطأً قتل ہوجائے۔اس کی دیت اسلام میں مرد کی دیت سے نصف ہوتی ہے۔

یہ فیصلہ دورِ نبوت میں اسی طرح جاری ہوا پھر صحابہؓ کے دور میں اکابر صحابہؓ مثلاً حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے اپنے اپنے عہدِ خلافت میں اس کو اسی طرح جاری کیا اور صحابہ کے قاضیوں نے اپنی قضا میں دیت ہذا کے متعلق نصف دیت کا فیصلہ دیا اور تابعین کے دور میں بھی اکابر تابعین نے اس مسئلہ (نصف دیت) کی تائید کی ہے۔

اس سلسلے میں ہم نے قصداً وہی روایات اور اقوال پیش کیے ہیں جن میں صراحت سے عورت کی نصف دیت مذکور رہے۔اور جن میں کسی کا ابہام نہیں کوئی ایسا قول پیش نہیں کیا گیا جس میں استنباط کے طور پر نصف دیت کو ثابت کیا گیا ہو۔

مذاہب اربعہ کے اکابر علماء کے بیانات: اس کے بعد اکابر فقہاء اربعہ (شافعی، حنبلی، مالکی اور حنفی) حضرات نے عورت کی دیت کے متعلق بے شمار مقامات میں بالتصریح لکھا ہے۔ کہ عورت کی دیت قتل خطاء میں مرد کی دیت کے اعتبار سے نصف ہوتی ہے۔

اس چیز پر ناظرین کرام کے اطمینان کی خاطر بعض اکابر علماء کی تصانیف سے کچھ حوالہ جات ذکر کیئے جاتے ہیں۔

اس میں مقصود یہ ہے کہ ناظرین کرام اس مسئلہ کے متعلق جمہور علماء کی رائے سے مطلع ہو سکیں اور یہ معلوم ہو سکے کہ ہر دور کے جمہور علماء اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟۔

اس بنا پر جمہور علماء کے بعض فرامین ذیل میں درج کئے جاتے ہیں اور یہ حوالہ جات اس مسئلہ میں مشتے نمونہ از خروارے کے درجے میں ہیں۔ استقصا مطلوب نہیں۔

۱۔ مشہور مفسر و مورخ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری (المتوفی ۳۱۰ھ) دیت کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان دیة المومنة لا خلاف بین الجمیع الا من لا یعد خلافاً انہا علی النصف من دیة المومن "

(تفسیر طبری ص ۱۳۲ ج ۔ ۵ (خامس) تحت آیت وان کان من قوم بینکم وبینہم میثاق الخ۔

یعنی مومن عورت (خطاً) قتل ہو جائے تو اس کی دیت مومن مرد کے اعتبار سے نصف ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ تمام علماء کے نزدیک اسی طرح ہے۔ سوائے ایسے لوگوں کے جن کا مخالفت کرنا کچھ وزن نہیں رکھتا۔

۲ شوافع حضرات کے ایک مشہور عالم ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی (المتوفی ۴۵۰ھ) اپنی مشہور تصنیف " الاحکام السلطانیہ " میں لکھتے ہیں کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہوتی ہے۔ چاہیے۔ عورت کی ذات سے متعلق ہو یا اس کے اطراف (اعضاء اور جوارح) کے متعلق ہو۔

(الاحکام السلطانیہ للماوردی الشافعی ص۲۰۳ تحت الجنایات۔

۳ حنبلی علماء کے مشہور قاضی ابو یعلی محمد بن حسین الفرا (المتوفی ۴۵۸ھ) اپنی مشہور تصنیف "احکام السلطانیہ" میں درج کرتے ہیں۔ کہ عورت کی دیت جو اس کی ذات کے متعلق ہو مرد کی دیت سے نصف ہوتی ہے۔

(الاحکام السلطانیہ للقاضی ابی یعلی الحنبلی محمد بن الحسین الفرا ص۲۵۸ تحت الخطاء المحض۔)

۴ شمس الائمہ السرخسی (المتوفی ۴۹۰ھ) حنفیوں کے مشاہیر علماء میں سے ہیں وہ "مبسوط" میں ذکر کرتے ہیں کہ۔

حضرت علی المرتضیٰؓ سے ہمیں یہ بات پہنچی ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے اعتبار سے نصف ہوتی ہے۔ چاہے عورت کی ذات کے متعلق ہو یا اس کے نفس سے کم درجہ میں ہو۔ اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور اسی پر عمل درآمد کرتے ہیں

(کتاب المبسوط للسرخسی ابی بکر محمد بن احمد بن ابی سہل ص۷۹ جلد ۲۶ تحت کتاب الدیات۔)

۵ حنفی علماء کے عالم کبیر شیخ علاء الدین کاسانی (المتوفی ۵۸۷ھ) اپنی کتاب "بدائع الصنائع" میں لکھتے ہیں کہ۔

عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ صحابہؓ نے اس مسئلہ پر اجماع کیا ہے۔

(بدائع الصنائع ص۲۵۴ جلد (سابع) تحت بیان مقدار الواجب للانثیٰ طبع مصر قدیم۔)

۶ فقہائے احناف میں مشہور عالم صاحب ہدایہ (المتوفی ۵۹۶ھ) اپنی مشہور تصنیف "ھدایہ" میں تحریر کرتے ہیں کہ۔

عورت کی دیت مرد کے اعتبار سے نصف ہوتی ہے۔ اور یہ فرمان موقوفاً

حضرت علیؓ سے اور مرفوعاً نبی کریمؐ سے مروی ہے۔

قال ودية المرأة على النصف من دية الرجل و قد ورد هذ اللفظ موقوفا على عليؓ ومرفوعًا الى النبي عليه السلام۔

(الہدایہ (اخرین) ص۵۲۹ کتاب الدیات۔ طبع قدیم لکھنؤ)

" ھدایہ " کے شارحین اور محشی بے شمار علماء ہیں یہ تمام علماء مصنف ہدایہ کے مسئلہ کے ساتھ اتفاق رکھتے ہیں اور کسی شارح یا محشی نے مصنف کے ساتھ اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا۔ لہٰذا وہ ان کے ہم نوا ہیں۔

۷۔ مالکیوں کے مشاہیر علماء میں قاضی ابن رشد القرطبی ہیں یہ اپنی مشہور تصنیف " بدایة المجتهد " میں یہ مسئلہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عورت کی دیت کے متعلق علماء نے اتفاق کیا ہے۔ کہ یہ مرد کی دیت کے اعتبار سے نصف ہوتی ہے۔

(بداية المجتهد ونهاية المقتصد ص۴۱۳/۴۱۴ كتاب الديات في النفوس۔)

(الامام ابو الولید محمد بن احمد بن رشد القرطبی المالکی المتوفی ۵۹۵ھ۔)

۸۔ حنبلی علماء کے مشہور عالم ابن قدامہ حنبلی (المتوفی ۶۲۰ھ) نے اپنی تصنیف " المغنی " میں ابن المنذر کے حوالہ سے لکھا ہے۔ کہ اہل علم کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہوتی ہے۔ اور مسلمان عورتوں کی دیت اپنے مردوں کے اعتبار سے نصف ہوتی ہے۔ اسی طرح اہل کتاب کی عورتوں کی دیت اپنے مردوں کے اعتبار سے بھی نصف ہوتی ہے۔

(المغنی لابن قدامہ حنبلی ص۳۸۵ جلد ۸ (جلد ثامن) تحت کتاب الدیات)

۹ مالکی علماء کے مشہور عالم صاحب تفسیر القرطبی نے مسئلہ ہذا کو اس طرح بیان فرمایا

ہے۔کہ علماء نے اجماع کیا ہے۔اس مسئلہ پر کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے اعتبار سے نصف ہوتی ہے۔

ابوعمرو فرماتے ہیں کہ یہ نصف دیت اس لیے رکھی گئی ہے۔کہ عورت کے لیے مرد کی میراث سے نصف حصہ ہوتا ہے۔اور دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہوتی ہے۔اور یہ مسئلہ دیت قتل خطا میں ہے۔

(تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص۳۲۵ جلد ۵ تحت آیت" ودیۃ مسلمۃ-)

(از علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری المالکی القرطبی (المتوفی ۶۷۱ھ)

۱۰- علمائے احناف نے کنز الدقائق کی شرح تبیین الحقائق میں لکھا ہے۔کہ عورت کی دیت بہ نسبت مرد کے نصف ہوتی ہے۔عورت کی ذات کے متعلق ہو یا اس کی ذات کے کم درجے میں۔ یہ مسئلہ حضرت علیؓ سے موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہے۔

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ص ۱۲۸ ج ۶ تحت کتاب الدیات)

(از علامہ عثمان بن علی الزیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ

۱۱- الشیخ ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی متوفی ۸۰۰ھ نے اپنی تصنیف (شرح قدوری) میں لکھا ہے۔کہ عورت کی دیت بلا خلاف مرد کی دیت سے نصف ہوتی ہے۔اس لیے کہ عورت میراث میں اور شہادت میں باعتبار مرد کے نصف قرار دی جاتی ہے۔اسی طرح دیت میں بھی نصف ہے۔اور عورت کے نفس سے کم درجہ کی دیت میں اس کی کل دیت کے اعتبار سے کم کیا جاتا ہے۔

۱-الجوھرۃ ص ۱۲۸ ج ۲ تحت الدیات مصری طبع قدیم

۲-حاشیۃ الطحطاوی علی در المختار ص ۲۷۹ ج ۴ تحت الدیات طبع مصری-

۱۲۔ **فتاویٰ عالمگیری :** جمہور علمائے امت میں مشہور فتاویٰ عالمگیری ہے جس کو ہندوستان کے عالمگیر بادشاہ ۱۱۱۸ھ نے اپنے دور میں مرتب کرایا تھا۔ اس میں اس مسئلہ کے متعلق لکھا ہے کہ۔

"دیة المرأة فی نفسها وما دونها نصف دیة الرجل"

یعنی عورت کی ذات کے متعلق دیت ہو یا ذات ونفس سے کم درجہ میں ہو وہ مرد کی دیت کے لحاظ سے نصف ہوتی ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ص۲۶ جلد ۶ (سادس) الباب الثامن فی الدیات۔)

طبع مصری قدیم بہامشہ البزازیہ۔

مندرجہ روایات پیش کرنے کے بعد ائمہ اربعہ کے اکابر علماء کے بیانات اس مسئلہ پر بطور نمونہ پیش کر دیئے ہیں۔ اور اصل مسئلہ کی تائید میں فراہم کیے ہیں۔ ان تمام بیانات کے ذریعے یہ مسئلہ روشن ہوگیا کہ عورت کی دیت قتل خطا کی صورت میں مرد کی دیت سے نصف ہوتی ہے۔ مختصر یہ ہے۔ کہ تمام فقہی مذاہب کے اکابر فقہا نے اسی طرح فیصلہ دیا ہے۔ جو ان منقولات میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

اشکالات اور ان کا حل

اب اس دور میں جو بعض لوگوں نے اس مسئلہ میں پیش کردہ روایات پر بعض اشکالات وارد کیے ہیں ان کا حل پیش کیا جاتا ہے۔ اور اہل فن کے قواعد وضوابط کے اعتبار سے مندرجات بالا کی صحت ثابت کی جاتی ہے۔ اور اس کا قابل استناد ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

تقیید مطلق اور تخصیص عموم کا مسئلہ

بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ دیت کے معاملہ میں کتاب اللہ کے احکام پر تخصیص و تقیید محض اقوال صحابہ کے ذریعے کی جارہی ہے۔ اور یہ صحیح نہیں۔

تو اس سلسلہ میں یہ چیز واضح ہو کہ قرآن مجید نے دیت کے مسئلہ (ودیۃ مسلمۃ الٰی اھلہ) کو اپنے عموم الفاظ کے ساتھ ذکر کیا اور مقدار دیت کی تفصیل ذکر نہیں فرمائی ۔

اندریں صورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا فعل اور فرمان بیان کے درجہ میں متصور ہوگا ۔ اور جب آنحضرت صلعم کا قول اور فعل بطور بیان وارد ہوتا ہے ۔ تو اسے وجوب پر محمول کیا جاتا ہے ۔

(احکام القرآن للجصاص الحنفی ص ۲۹۱ ج ۲ تحت آیت ودیۃ مسلمۃ الی اھلہ ۔)

گزشتہ صفحات میں جو روایات موقوف علی الصحابہ پیش کی گئی ہیں ان کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ وہ حکم مرفوع میں شمار کی جاتی ہیں ۔

چنانچہ صاحب "عنایۃ" محشی "الھدایہ" نے اسی حضرت علیؓ کی موقوف روایت کے متعلق لکھا ہے ۔ کہ: وقد ورد ھذا اللفظ موقوفاً علی علیؓ ومرفوعاً الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والموقوف فی مثلہ کالمرفوع ۔ اذلا مدخل للرائ فیہ "

(عنایۃ حاشیۃ الھدایہ ص ۳۰۶ ج ۸ جلد ثامن تحت کتاب الدیات برحاشیہ فتح القدیر) ۔

یعنی یہ الفاظ " دیت المراۃ علی النصف من دیۃ الرجل " حضرت علیؓ پر موقوف ہیں ۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم تک مرفوع بھی ہیں ۔ اور جس مقام میں رائے اور قیاس کو دخل نہ ہو وہ موقوف مثل مرفوع کے ہوتا ہے ۔

اسی طرح اس مسئلہ کو "تدریب الراوی" میں علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ :۔ جو روایت صحابیؓ سے منقول ہو اور اس میں رائے اور قیاس کو دخل نہ ہو ۔ تو وہ سماع پر محمول کی جاتی ہے ۔ اور مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے ۔

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی ص ۱۱۲ تحت ماجاء عن الصحابی ومثلہ)

لہذا اس سلسلہ میں جو روایات موقوف اور مرفوع پیش کی گئی ہیں ۔ وہ کتاب اللہ پر تخصیص و تقیید نہیں بلکہ مجمل کے بیان کے درجہ میں ہیں ۔ اور قابل تشریح چیز کی وضاحت

کنندہ اور اجمال کی تفصیل کرنے والی ہیں۔

"پیش کردہ مرسل و موقوف روایات کا حل"

نصف دیت والی روایت کے ضعف و انقطاع و ارسال کا جواب:

معترض احباب نے پیش کردہ روایات پر مندرجہ ذیل نقد کیا ہے کہ: یہ روایات موقوف ہیں اور مرسل ہیں اور منقطع ہیں یعنی نصف دیت کی تمام مندرجہ روایات کے اسناد میں ضعف اور انقطاع اور کمزوری ہے۔ اور یہ قوی سند کے ساتھ ثابت نہیں۔

ان شبہات کے جواب کے لیئے مندرجہ ذیل چیزیں مختصراً پیش خدمت ہیں یہ وہ روایات ہیں جو ہم نے اکابر علماء احناف اور محدثین سے نقل کی ہیں اور علماء امت نے انہیں قبول کر کے اپنی اپنی تصانیف میں درج کیا ہے۔

عموماً یہ روایات ابراہیم نخعی عامر شعبی عطاء مکحول سے مروی ہیں۔ اور یہ حضرات کبار تابعین میں سے ہیں اور قاعدہ یہ ہے۔ کہ "ثقہ تابعی کی مرسل مقبول ہے"۔

۱- چنانچہ حافظ ابن کثیر نے اپنی تصنیف (الباعث الحثیث) میں بطور قاعدہ درج کیا ہے کہ کبار تابعین کے مراسیل حجت ہوتے ہیں۔ اگر ان کی تائید دوسرے مرسل طریقے سے پائی جائے یا کسی دوسرے صحابی کے قول سے اسے قوت مل جائے یا اکثر علماء کے قول کے ساتھ اُسے موافقت ملے یا ارسال کرنے والا کسی ثقہ آدمی کے بغیر ارسال نہ کرتا ہو۔ پس اُس وقت وہ مرسل روایت حجت ہوتی ہے۔

(الباعث الحثیث لابن کثیر ص ۴۹ بحث مرسل النوع تاسع)

۲- اور دوسری چیز یہ ہے کہ مرسل روایت کا ضعف ایک دوسرے طریقے سے بھی زائل ہو جاتا ہے۔ اور وہ روایت صحیح یا حسن کے درجہ میں شمار ہوتی ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ کہ روایت میں ضعف بعض اوقات متابعت کے پائے جانے سے زائل ہو جاتا ہے۔ مثلاً اس روایت کا راوی سیئ الحفظ تھا۔ یا اس نے مرسل روایت ذکر کی۔

اس صورت میں اس کی متابعت پائے جانے سے نفع ہوتا ہے۔ اور وہ حدیث ضعف کے درجے سے مرتفع ہو کر حسن یا صحت کی بلندی میں پہنچ جاتی ہے۔

(الباعث الحثیث لابن کثیر ص۴۳ تحت بحث الحسن)

۳۔ تیسری چیز یہ ہے۔ کہ علامہ السیوطیؒ نے مرسل کی قبولیت کے بارے میں علماء احناف کا مؤقف اس طرح ذکر کیا ہے۔ کہ حنفیوں کے نزدیک مرسل کا محل قبول یہ ہے کہ اس کا ارسال کرنے والا قرون ثلاثہ فاضلہ میں سے ہو۔ اور اگر قرون ثلاثہ کے ماسوا ہو۔ تو پھر قابل قبول نہیں۔ کیونکہ بعد میں حدیث کی رو سے دروغ عام ہو چکا تھا۔

اور ابن جریر کہتے ہیں کہ تمام تابعین مرسل کے قبول پر اتفاق رکھتے ہیں۔ اور ان سے انکار مروی نہیں۔

(تدریب الراوی للسیوطی ص ۱۲۰ بحث مرسل)

ان حوالہ جات سے آشکارا ہو گیا کہ ثقہ شخص کی مرسل روایت عند العلماء مقبول ہے اب خصوصی طور پر ابراہیم النخعی (المتوفی ۹۶ھ) کی مرویات مندرجہ بالا کے متعلق علماء امت کا فیصلہ ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ ابراہیم النخعی کے مرسلات اور مرویات کا کیا مقام ہے۔

النخعی کے مرسلات و مرویات کا مقام:

حافظ الذہبی نے ابراہیم النخعی کے متعلق لکھا ہے کہ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں ابراہیم کو بچپن میں پیش کیا گیا اور وہ حدیث کی روایت کے متعلق جراءت تھے۔ اور شہرت اور مشہوری سے بچتے تھے۔ اور یہ بڑے صاحب اخلاص تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی ص ۷۳-۷۴ ج ۔ اوّل تحت ابراہیم النخعی فقیہ العراق طبع بیروت

حافظ ابن حجر نے ابراہیم النخعی کی کمال توثیق کے ساتھ لکھا ہے۔ کہ آپ اہل کوفہ کے مفتی تھے۔ اور مرد صالح اور فقیہہ تھے۔

ابن معین کہتے ہیں۔ کہ ابراہیم النخعی کے مراسیل میرے نزدیک الشعبی کے مراسیل

سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔

اور ائمہ کی جماعت نے ابراہیم النخعی کے مراسیل کو صحیح قرار دیا ہے۔

(تہذیب التہذیب لابن حجر ص ۱۷۸-۱۷۷ ج-اول تحت ابراہیم)

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے۔کہ ابراہیم النخعی کے مرسلات قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں

(تدریب الراوی للسیوطی ص ۱۲۴ بحث مراسیل تابعین)

الشعبی کے مرویات کا مقام: عامر بن شراحیل الکوفی الشعبی المتوفی ۱۰۹ھ ایک بہت بڑے فقیہہ اور علم میں مضبوط شخص تھے۔

اور انہوں نے بہت سے صحابہ کرامؓ کا دور پایا ہے۔

احمد العجلی کہتے ہیں۔کہ الشعبی کا مرسل صحیح ہوتا ہے۔اور صحیح روایت کے بغیر وہ ارسال نہیں کرتے۔

۱- (تذکرۃ الحفاظ للذہبی ص ۸۰-۷۹ ج-اوّل تحت عامر الشعبی)

۲ تہذیب التہذیب ص ۶۷ ج-۵ تحت عامر الشعبی)

ابو حصین کہتے ہیں۔کہ عامر الشعبی سے زیادہ فقیہہ اور زیادہ عالم میں نے کسی کو نہیں دیکھا"۔

۱-تذکرہ الحفاظ ص ۱۸۱۷-اول تحت تذکرہ الشعبی

۲-تہذیب التہذیب ص ۶۹ ج-۵ تحت عامر الشعبی

اور بعض روایات کے ذریعے معلوم ہوتا ہے۔کہ الشعبی کی ملاقات حضرت علیؓ سے پائی گئی ہے۔اس مسئلہ کے اثبات میں المستدرک للحاکم کی روایت پیش کی جاتی ہے۔

الحاکم لکھتے ہیں۔کہ شعبی سے سوال کیا گیا۔کہ کیا تم نے امیر المومنین حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو دیکھا ہے۔تو انہوں نے کہا۔کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا ہے۔کہ اُن کے سَر اور ریش مبارک کے بال سفید ہو چکے تھے۔پھر شعبی سے سوال کیا گیا۔کہ کچھ چیزیں آپ کو حضرت علیؓ کے متعلق یاد ہیں۔آپ نے کہا کہ یاد ہیں۔ایک دفعہ آپ نے قبیلہ" غامد" کی ایک عورت کو خمیس کے روز دُرّے لگوائے۔اور جمعہ کے روز اس کو رجم کیا۔پھر حضرت علیؓ نے فرمایا۔دُرّے تو میں نے اللہ کی کتاب کے موافق لگوائے ہیں اور اس کا رجم میں نے رسول اللہ صلعم کی سنت کے

مطابق کیا ہے۔

(المستدرک للحاکم ص ۳۶۵ ج چہارم تحت حکایت رجم امرأۃ من غامد)

اہل علم کو معلوم ہو کہ مذکورہ بالا روایت کی حافظ الذہبی نے توثیق کی ہے۔ اور لفظ "صحیح" درج کیا ہے۔

یہاں سے واضح ہوا کہ شعبی کی ملاقات حضرت علیؓ سے بعض روایات کے ذریعے ثابت ہے۔ لہٰذا اُن کے مرسلات و مرویات قبول ہیں۔

ابراہیم النخعی اور عامر الشعبی کے مرسلات پر اب جو حضرات ضعف کا نقد کر رہے ہیں۔ اور اس کے ذریعے اُن کی مرویات کو ضعیف قرار دے رہے ہیں۔ وہ ہرگز درست نہیں۔ فن حدیث کے قواعد کی روسے اِن ہر دو اکابر تابعین کے مرسلات اور مرویات درست ہیں۔ اور عند العلماء صحیح ہیں۔

خصوصاً اکابر علماء احناف کی باسند کتب میں ان حضرات کی مرسلات اہم مقام کی حامل ہیں۔ اور اکابر حنفی علماء نے ان کی مرسلات و مرویات کو رد نہیں کیا۔ بلکہ قابلِ استناد سمجھا ہے۔

روایت ابراہیم النخعی کے مؤیدات

۱ نیز علماء نے یہ چیز تحریر کی ہے۔ کہ ابراہیم النخعی کے طریق سے حضرت علیؓ کی جو روایت مروی ہے۔ (جسے ہم نے ابتداء میں درج کیا ہے۔) اس میں اگرچہ انقطاع ہے۔ لیکن روایت الشعبی کے ذریعے اس کی تاکید پائی گئی ہے جیسا کہ علامہ البیہقی نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اس کو ذکر کیا ہے:۔

"حدیث ابراھیم منقطع الا انه یوکد روایة الشعبی۔"

(السنن الکبریٰ للبیہقی ص۹۶ جلد ۸ باب ماجاء فی جراح المرأۃ۔

لہٰذا ابراہیم کی روایت کی مفروضہ کمزوری علامہ شعبی کی روایت کی تاکید کے ذریعے مرتفع ہو گئی۔

۲ - نیز حافظ ابن حجرؒ نے "تلخیص الحبیر" میں ابراہیم کی مذکورہ بالا روایت میں انقطاع ذکر کرنے کے بعد منتصلاً تحریر کیا ہے - کہ :-

لکن اخرجہ ابن شیبۃ من طریق الشعبی عن علیؓ

(تلخیص الحبیر لابن حجر ص۲۴ جلد ۴ تحت کتاب الدیات -)

مطلب یہ ہے - کہ ابراہیم کی روایت مذکورہ کو ابن ابی شیبہ نے الشعبی کے طریق سے بھی حضرت علیؓ سے تخریج کیا ہے -

اس ذریعہ سے ابراہیم کی روایت کی تائید و تاکید الشعبی کے طریق سے پائی گئی - لہذا اس کے انقطاع کا ارتفاع ہو گیا - اور اس کی خامی رفع ہو گئی -

مزید برآں پیش کردہ روایات دوم و سوم پر نظر کرنے سے یہ بات آشکارا ہوئی کہ حضرت علی کی مذکورہ روایت کی موافقت حضرت عمرؓ کے قول اور عمل سے ہوتی ہے - اور اس طریقہ سے حضرت علی کی روایت کی تائید ہوئی -

نیز یہ چیز بھی قابل توجہ ہے کہ حضرت علیؓ کی روایت مذکورہ قیاس کے موافق ہے اس طرح کہ مسئلہ میراث میں عورت باعتبار مرد کے نصف حصہ حاصل کرتی ہے ہے قاعدہ ہے کہ للذکر مثل حظ الانثیین اور اسی طرح مسئلہ شہادت میں دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر تصور کی جاتی ہے - پس ان مسائل میں جب عورت باعتبار مرد کے نصف درجہ میں ہے - تو دیت خطا کے مسئلہ میں نصف دیت کا مقرر ہونا قرینِ قیاس ہے -

لہذا حضرت علی المرتضیٰؓ کی روایت مذکورہ (جو حکماً مرفوع ہے) ان تائیدات و ترجیحات کی وجہ سے درست ثابت ہوتی ہے اور فن کے قواعد کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے - اسی بنا پر قدیم علماء احناف اور اکابر مصنفین نے اس کو معمول بہ قرار دے کر قبول کیا ہے -

روایت سوم کے رواۃ کی توثیق

اصل مسئلہ کے اثبات میں ہم نے جو تیسری روایت پیش کی ہے۔ اس کے ناقل "مکحول" اور "عطا بن رباح" جیسے اکابر تابعین ہیں اور ان کی ثقاہت عند العلماء مسلم ہے جیسا کہ حافظ الذہبی اور حافظ ابن حجر نے ان کی توثیق نقل کی ہے۔ اگر تفصیلات مقصود ہوں تو مندرجہ ذیل مقامات کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ تہذیب التہذیب جلد ۷، ص ۲۸۹ تا ص ۲۹۱ طبع دکن
۲۔ تذکرہ الحفاظ للذہبی جلد اول ص ۱۰۸ ، بیروت
۳۔ تہذیب التہذیب جلد ۷، ص ۱۹۹ طبع دکن
۴۔ تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۹۸ طبع بیروت

لہٰذا ہماری طرف سے پیش کردہ تیسری روایت جس میں دور نبوت اور دور صحابہ کرام (عہد فاروقی) کے فیصلے نقل کیے گئے ہیں وہ بالکل درست ہے اور اس کی مقبولیت میں کچھ اشتباہ نہیں۔

روایت معاذ بن جبل کے متعلقات

معترض دوستوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت (جس میں عورت کی نصف دیت کا مضمون ہے) کو مجروح قرار دینے میں بڑی جسارت کی ہے اور بلا تحقیق اس روایت کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ ساڑھے چار سو سال تک اس کو محدثین نے اپنی کتابوں میں درج ہی نہیں کیا صرف علامہ بیہقی نے درج کیا ہے اور اس کے رواۃ میں بکر ابن خنیس، ابراہیم بن طہمان اور حفص بن عبد اللہ مطعون ہیں اور روایت کو امام بیہقی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

حل اشکالات

۱۔ محدثین اپنی سند کے ساتھ روایات کو اپنی تصانیف میں درج کرتے ہیں اور مدت

دراز کے بعد وہ روایات کتابی شکل میں منظر عام پر آتی ہیں مثلاً امام طحاوی المتوفی ۳۲۱ھ نے طحاوی شریف شرح معانی الآثار میں تین سو سال کے بعد اپنی روایات مدون کی ہیں اور اس تدوین پر کسی عالم کو اعتراض نہیں۔ اسی طرح الحاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ نے اپنی تصنیف المستدرک میں ذخیرہ احادیث چار سو سال کے بعد لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے اور اس پر کسی اہل علم کو اعتراض نہیں۔ علیٰ ھذا القیاس پانچویں صدی ہجری تک کبار علماء اپنی تصانیف میں روایات باسند مدون کرتے چلے آئے ہیں اور ان تصانیف کو قبول کیا جاتا ہے لیکن کبھی ان پر امتداد زمانہ بعد مدت کا کوئی اعتراض نہیں کیا گیا۔

لہٰذا علامہ بیہقی کی روایات پر ساڑھے چار سو سال بعد کا اعتراض قائم کرنا کچھ وزن نہیں رکھتا۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ یہ الفاظ ذخیرہ احادیث سے اعتماد اٹھانے کا کام دے سکتے ہیں۔

۲۔ دوسری چیز اس روایت کے راویوں پر نقد کا مسئلہ ہے۔ تو اس کے متعلق گذارش ہے کہ جن رواۃ پر طعن کیا گیا ہے ان کی اکابر علماء نے توثیق کی ہے۔ مثلاً

ا۔ حفص بن عبداللہ کے متعلق مذکور ہے کہ یہ بیس سال نیشاپور میں قاضی رہے اور ان کی "احسن حالا" کے الفاظ سے توثیق کرتے ہیں اور ثقات میں ان کا شمار کیا گیا ہے۔

(تہذیب التہذیب جلد ثانی صفحہ ۴۰۳ تحت حفص بن عبداللہ)

ب۔ ابراہیم بن طہمان کے متعلق درج ہے کہ ابن المبارک کہتے ہیں کہ یہ "صحیح الحدیث" تھے اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ صدوق اور "حسن الحدیث" تھے۔ خراسان میں ان سے زیادہ حدیث کوئی نہیں رکھتا تھا۔ وہ ثقہ تھے اور "صدوق اللہجہ" تھے۔

حافظ ابن حجر نے ان کے تذکرہ کے آخر میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ حق بات یہ ہے کہ وہ ثقہ تھے اور صحیح الحدیث تھے اور "ارجاء" کا جو اعتراض لوگوں نے کیا ہے وہ اس سے رجوع کر چکے تھے۔

۳۔ بکر بن خنیس کے متعلق گو ضعف کے الفاظ پائے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ متروک الحدیث نہیں۔ چنانچہ ابن ابی حاتم الرازی نے اپنی کتاب "الجرح والتعدیل میں لکھا ہے۔

"سمعت ابی وسئل عن بکر بن خنیس فقال کان رجلا صالحا غرا ولیس ھو بقوی فی الحدیث قلت ھو متروک قال لا یبلغ بہ الترک"

کتاب الجرح والتعدیل للرازی ج اول ص ۳۸۴ ق اول باب الخطاء)

یعنی میں نے اپنے والد سے سنا ان سے بکر بن خنیس کے متعلق سوال ہوا تھا تو آپ نے جواب دیا کہ بکر بن خنیس صالح، شریف اور سادہ طبع آدمی تھے مگر حدیث میں قوی نہ تھے میں نے پوچھا کیا وہ حدیث میں متروک تھے؟ فرمایا متروک کے درجہ میں نہیں تھے۔

مختصر یہ کہ سند میں اگر کسی ایک راوی میں ضعف بھی ہے تو یہ ضعف اس درجہ کا نہیں کہ سرے سے روایت ہی قابل رد ہو جائے جیسا کہ ابن ابی حاتم رازی نے لکھ دیا ہے۔

یہاں یہ چیز بھی قابل توجہ ہے کہ بیہقی نے عبادہ بن نسی سے دو طریقہ سے روایت ہذا ذکر کی ہے اس میں ایک طریقہ کے حق میں "وفیہ ضعف" کہا ہے اور خود وجہ ضعف بیان نہیں فرمائی اور دوسرے طریق کے حق میں ضعف کا حکم نہیں لگایا گیا۔ گویا یہ جرح "جرح مبہم کے درجے میں ہے "جرح مفسر نہیں تو قاعدہ یہ ہے کہ اس قسم کی جرح (یعنی جرح مبہم) کو قبول نہیں کیا جاتا۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ الباعث الحثیث لابن کثیر ص۹۶ تحت النوع الثالث والعشرون۔

۲۔ مقدمہ ابن صلاح ص۵۱ تحت معرفۃ الجرح والتعدیل۔

خلاصہ یہ کہ اگر اس ضعف کا لحاظ اور اعتبار کیا جائے تو بھی یہ روایت درجہ استشہاد سے کم نہیں ہو سکتی۔ اس مضمون کی دیگر روایات جو اس سے قبل درج ہو چکی ہیں ان کے حق میں یہ استشہاد کے درجہ میں معتبر ہے

تلقی اکابر: گذشتہ سطور میں نصف دیت والی روایات کی تائید میں اکثریت صحابہ

کرام، سنت خلفاء راشدین اور تعامل امت موجود ہے۔ اگر بعض روایات میں ضعف سند پایا گیا ہے تو وہ "مؤید بالتعامل" ہونے کی وجہ سے بھی قابل قبول ہیں اور علماء کی طرف سے تلقی بالقبول کے باعث درست ہیں۔ تلقی بالقبول کا ضابطہ درج ذیل حوالہ جات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ احکام القرآن للجصاص جلد اول ص۴۵۶ تحت الاختلاف بالطلاق بالرجال۔

۲۔ تدریب الراوی للسیوطی ص۲۴، ص۲۵ بحث صحۃ الحدیث تحت التنبیہ الخامس

جمہور علماء کے نزدیک برابر دیت کی روایات کا مقام

بعض احباب نے اپنے بیانات میں اس نوع کی روایات اور اقوال کا حوالہ دیا ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کا قول مرد اور عورت کی دیت کی برابری میں ثابت ہے اور حوالہ کے لیے مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ ص ۱۰۷ (مخطوطہ) کو پیش کیا ہے۔

۱۔ اس سلسلے میں گذارش ہے کہ ہم نے مصنف ابن ابی شیبہ کے مذکورہ مقام کی طرف رجوع کیا ہے اور ہمارے سامنے بھی نسخہ مخطوطہ (پیر جھنڈا لائبریری) ہے۔ اس مقام میں ہمیں برابر دیت والی روایت دستیاب نہیں ہو سکی۔ لگتا یوں ہے کہ حوالہ ذکر کرنے میں غالباً ناقل سے سہو ہو گیا ہے اور حوالہ صحیح نہیں ہے۔

۲۔ دوسرے نمبر پر المنتقی جلد ۷ ص ۸۷ کے حوالے سے حضرت عمر اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرد اور عورت کی برابر دیت کا قول پیش کیا گیا ہے۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ اس کتاب کے اسی صفحہ پر مذکورہ قول (جس کی وضاحت ابھی عرض کی جاتی ہے) سے قبل یہ چیز بڑی صراحت اور وثوق سے منقول ہے کہ جب عورت کی دیت مرد کی دیت کے تہائی تک پہنچ جائے تو نصف ہو جاتی ہے۔

"فاذا بلغت ثلث دیۃ الرجل کانت الی النصف من دیۃ الرجل"

اس کے بعد حضرت عمر اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اختلاف کا ذکر ہے۔ اور

جن الفاظ سے ذکر ہے انہیں سے اس قول کی حقیقت سامنے آجاتی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

" فروی عنهما باسناد ضعیف انهما علی دیة الرجل فی القلیل والکثیر"

اب اس اختلاف کو ایک تو "رُوِیَ" کے الفاظ سے ذکر کیا گیا اور اہل علم جانتے ہیں کہ جو قول "رُوِیَ" کے لفظ سے منقول ہو اس کا کیا مقام ہوتا ہے۔ پھر اسی پہ اکتفاء نہیں کیا بلکہ صراحت سے بغیر کسی ابہام کے کہا۔ باسناد ضعیف۔

پوری دیت کے قائل حضرات نے حضرات عمرؓ اور علیؓ کے اس قول کے ساتھ مندرجہ بالا الفاظ (باسناد ضعیف) کو نقل نہیں کیا۔ اس قسم کی چیزوں سے عوام کو تو مرعوب کیا جاسکتا ہے لیکن اہل علم کی نظروں سے تو یہ چیزیں مستور نہیں ہوتیں۔

اس کے مقابلے میں حضرت عمر فاروقؓ اور علی المرتضیٰؓ سے نصف دیت کا جو قول ہم نے کتاب الحجۃ کے حوالے سے سابقاً ذکر کیا ہے وہ بالکل صحیح اسناد کے ساتھ منقول ہے اس میں نہ ہی "ضعف" ہے اور نہ ہی "ضعف" کے الفاظ سے منقول ہے۔

اب ظاہر ہے ایک صحیح قول جسے لاتعداد فقہاء نے قبول کیا ہے اس کے مقابلے میں یہ قول ضعیف اور متروک ہوگا۔

۳۔ المنتقی جلد۷ ص ۸۰ کے حوالے سے حضرت امام ابوحنیفہ اور امام شافعی سے بھی برابر دیت کا قول ذکر کیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں گذارش ہے کہ یہ قول ایک تو بغیر کسی سند کے نقل کیا گیا ہے دوسرے یہ کہ اس کو ایک مالکی عالم الباجی ذکر کر رہے ہیں۔ اس کے مقابلے میں ہم نے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے جو اقوال (نصف دیت کے) نقل کیے ہیں وہ ان کے اپنے اقوال ہیں اور ان کی اپنی ہی کتابوں میں درج ہیں۔ نیز امام شافعی تو یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ عورت کی نصف دیت سے اختلاف کرنے والا کوئی اہل علم مجھے معلوم ہی نہیں۔

ان صحیح اقوال کی موجودگی میں الباجی کا بغیر کسی سند کے ذکر کردہ برابری دیت کا قول مرجوح ہوگا اور ان (امام ابوحنیفہ وامام شافعی) کے اپنے اقوال اور اپنی کتابوں میں مذکور

اقوال راجح ہوں گے۔

۴۔ مساوی دیت کے قائل احباب نے ابن علیہ اور اصم سے بھی برابری دیت کی روایت المغنی لابن قدامہ جلد ۹ ص ۵۳۲ کے حوالہ سے پیش کی ہے۔

المغنی کے مذکورہ مقام کی طرف رجوع کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہاں بھی مرد اور عورت کی برابر دیت کا مسئلہ مذکور نہیں۔ البتہ ابن قدامہ نے المغنی کی جلد ہشتم ص ۳۸۷ پر کتاب الدیات میں یوں درج کیا ہے۔

(عن ابن علية والاصم انهما قالا ديتها كدية الرجل لقوله عليه السلام "فى النفس المومنة مأة من الابل" وهذا قول شاذ يخالف الصحابة وسنة النبى صلى الله عليه وسلم)

(المغنى لابن قدامه جلد ۸ ص۳۸۷ تحت كتاب الديات -)

مطلب یہ ہے کہ ابن علیہ اور اصم دونوں نے یہ کہا ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کی طرح ہے اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نفس مؤمنہ کی دیت سو اونٹ ہے۔ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ ان کا یہ قول شاذ ہے اور صحابہ کے فرمان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے۔

ابن علیہ اور اصم کے اس قول پر ابن قدامہ کا تبصرہ اور رائے ہی اس بات پر دال ہے کہ یہ قول ناقابل قبول ہے۔ ابن قدامہ کے نقد کے بعد مزید گنجائش ہی نہیں کہ اس قول پر مزید جرح کی جائے۔

ابن قدامہ جیسا فقیہ جب اس کو شاذ اور صحابہ و سنت نبوی کے خلاف قرار دے رہا ہے تو صحیح روایات کے مقابلے میں اس کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

اسی طرح دیگر اکابر علماء نے مرد اور عورت کی دیت میں برابری کی روایت کو صحابہ کرام کے فتوٰی کے خلاف قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ:

فان كبار الصحابة رضى الله عنهم افتوا بخلافه ولو كانت سنة الرسول لما خالفوها -

۱۔ عنایہ حاشیہ ہدایہ ص ۳۰۶ جلد آٹھ تحت کتاب الدیات
برحاشیہ فتح القدیر
۲۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للزیلعی حنفی۔ ص ۲۲۸
ج ۶ تحت کتاب الدیات طبع مصر

مطلب یہ ہے کہ اکابر صحابہؓ نے دیت کی برابری کے خلاف فتویٰ دیا ہے اگر نبی کریم کی سنت برابری دیت کی ہوتی تو صحابہ اس کی مخالفت ہرگز نہ کرتے۔

ان اکابر علمار حنفیہ کی تصریحات نے واضح کر دیا کہ اکابر صحابہ کرام مسئلہ دیت میں برابری کے قائل نہیں تھے اور سنت نبوی بھی اسی طرح ہے کہ قتل خطار کی صورت میں عورت کی دیت برابر ہوتی تو حضرت عمر اور حضرت علی جیسے اکابر صحابہ کرام سنت نبوی سے اعراض اور عدل نہیں کر سکتے تھے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ برابر دیت کی روایت کو اکابر علمار نے مجروح اور نا قابل قبول قرار دیا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی برابر دیت کی روایت یا کسی امام کا قول کسی صاحب نے کہیں ذکر کیا ہے تو صحابہ کرام کے فتویٰ اور سنت نبوی کے برخلاف ہونے پر نا قابل قبول ہوگا۔

بعض دوستوں کے اجتہاد کی نوعیت

بعض حضرات کا یہ قول کرنا کہ اگر علمار نے آدھی دیت کے قول کو قبول کیا ہے تو ہم حضرت عمر اور حضرات علی اور امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے پوری دیت کے قول کو بطور اجتہاد قبول کرتے ہیں۔

اس کے متعلق ذیل میں وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ قتل خطار کی صورت میں مرد کی نسبت نصف دیت کے اثبات میں ہم نے سنت نبوی ؐ، کبار صحابہ کے اقوال خصوصاً حضرت عمر اور حضرت علی کا فتویٰ اور پھر ان روایات

اقوال کی کبار علماء سے تائید و تاکید ذکر کی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ نصف دیت کے اقوال اور روایات ہی قابل قبول اور لائق اعتماد ہیں اور جمہور علماء کے نزدیک راجح ہیں۔

۲۔ معترض دوستوں نے اپنے اجتہاد حضرت عمر حضرت علی امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے پوری دیت کے اقوال کو قرار دیا ہے لیکن ہم نے گزشتہ سطور میں وضاحت کر دی ہے کہ پوری دیت کے یہ اقوال شاذ نادر اور متروک ہیں۔ اور کبار صحابہ حضرت عمر، حضرت علی کے فتاوی اور سنت نبوی علی صاحبہا التحیہ والتسلیم کے خلاف ہیں۔

صحیح راجح اور مقبول چیز کو ترک کر دینا اور شاذ نادر اور متروک اشیاء کو قبول کرنا ثقہ علماء کی شان کے خلاف ہے۔ اور زیغ عن الحق کرنے والوں کا طریقہ کار ہے۔

بنا بریں معترض دوستوں کے اجتہاد کی بنیاد قواعد فن کے لحاظ سے غیر صحیح ہے۔ اس میں خود رائی اور خود پسندی کا مظاہرہ معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

تتکافا دماءہم کی تشریح

بعض دوستوں نے اپنے مقصد کی تائید میں ایک روایت پیش کی ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلمون تتکافا دماء ھم و یسعی بذ متھم ادنا ھم و یرد علیھم اقصی ھم وھم ید علی من سواھم الخ۔

۱۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳۰۱ تحت حدیث القصاص۔

۲۔ اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۲۳ تحت حدیث مذکور

اس حدیث میں وارد الفاظ (تتکافا دماھم سے یہ مطلب اخذ کرتے ہیں کہ مرد اور عورت کی دیت مساوی ہے۔

اس کے متعلق اتنی وضاحت کی جاتی ہے کہ:

۱۔ یہ روایت اپنی جگہ درست ہے اور متعدد مصنفین نے اسے تخریج کیا ہے۔ روایت ہذا کا مطلب واضح ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔

کانوالا یقتلون الرجل بالمرءۃ۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۲۱ تحت آیت وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس)

یعنی جاہلیت کے دور میں اگر کوئی عورت قتل ہو جاتی تو اس کے بدلے میں قاتل مرد کو قتل نہیں کیا جاتا تھا۔ یہ اس دور جاہلیت کی رسم تھی اسلام کے آنے کے بعد احکام اسلامیہ نے اس غلط رسم کو ختم کیا اور فرمایا کہ مسلمانوں میں مرد و زن کے خون برابر ہیں۔ یعنی عورت کے خون کو ضائع نہیں کیا جاتا بلکہ اس کا بدلہ چکایا جاتا ہے اور مسلمانوں میں اگر ایک ادنیٰ شخص بھی کسی کو امان دے دے تو اس کو امان دی جائے گی نقض عہد و نقض امان نہیں کیا جائے گا۔

مختصر یہ کہ حدیث مذکور میں دور جاہلیت کی ایک غلط رسم کو ختم کرنے کا مضمون ذکر کیا گیا ہے یہاں دیت خطاء کا مضمون مذکور ہی نہیں اور نہ ہی دیت کی مقدار کا تعین کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس روایت کو نصف دیت خطاء کی نفی میں پیش کرنا ہرگز درست نہیں۔

نیز اہل علم پر واضح ہے کہ آیات و احادیث کے مفاہیم بیان کرتے وقت اس بات کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ پیش نظر و محل بحث آیت یا روایت کا ایسا مفہوم نہ بیان کیا جائے جو دوسرے نصوص سے متعارض ہو۔ اس بنا پر "المسلمون تتکافاء دماءھم" والی روایت کا ایسا مفہوم نہیں بیان کیا جائے گا جو دوسری مرفوع و موقوف روایات کے ساتھ متصادم ہو اور ان کا باہمی تدافع نظر آئے لہٰذا اس کا معنی و مفہوم یہی درست ہے کہ یہاں جاہلیت کے دور کی رسم کا رد کرنا مقصود ہے۔ ہر مسلمان کے خون کی اسلام میں قدر ہے بے قدری نہیں۔

باقی رہا دیت خطاء کا مسئلہ اور اس کی مقدار کا تعین کرنا تو یہ چیز یہاں بیان ہی نہیں کی گئی۔ اس مسئلہ کو دوسرے مقامات میں بیان فرمایا گیا جیسا کہ ہم نے سابقاً روایات درج کر دی ہیں۔

مقامِ عورت

قتل خطاء میں شرعاً عورت کی نصف دیت پر کہنا کہ یہ عورت کو جاہلیت کے دور میں

پھینک دینے کے مترادف ہے" اور اس سے اسلامی آئین کی بدنامی کا راستہ نکلے گا" یا یہ سمجھنا کہ "نصف دیت کی بنا پر عورتوں کے قتل میں اضافہ ہو جائے گا" اور عورتوں کے دلوں میں اسلام کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہوں گے وغیرہ وغیرہ محض ظنیات بلا بنیاد مفروضے اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو الجھانے والی باتیں ہیں۔

عورت کی نصف دیت کے مجمع علیہ قانون سے اگر اسلام کی بدنامی ہوتی ہے تو پھر حدود و قصاص کا سارا نظام ہی ختم کر دیجیئے ایک آدمی چوری کی سزا میں ہاتھ کٹائے ٹنڈ منڈ بازار میں پھر رہا ہے اس سے بڑھ کر اسلام کی کیا بدنامی ہو سکتی ہے؟ ایک جوڑے نے اپنی مرضی سے بدکاری کا ارتکاب کیا ہے جس سے کسی دوسرے کا کوئی رائی برابر نقصان نہیں ہوا اس جوڑے کو سنگسار کر دینا کہاں کی عقلمندی ہے؟ علی ہذا القیاس اس طرح کے ڈر اور ملامتوں کو لے کر بیٹھ جائیں تو پھر سرے سے اسلام ہی سے ہاتھ دھونے پڑیں گے مؤمنوں کی شان تو یہ ہے کہ:

لا یخافون لومۃ لائم۔

وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔

دراصل دیت کا تعلق اسلام کے معاشرتی نظام سے نہیں بلکہ عقوبتی نظام سے ہے۔ نصف دیت اور پوری دیت سے مقصود کسی مرد کی تعظیم یا عورت کی تحقیر یا مرد کے مقابلے میں عورت کو (العیاذ باللہ) کمتر، گھٹیا اور ادھورا انسان نہیں بنانا۔ بلکہ اس کا مقصود تو وہی ہے جو اسلام میں دوسری چھوٹی بڑی سزاؤں سے ہے۔

جہاں تک معاشرہ میں عورت کی تعظیم و تکریم اور اس کے ہر قسم کے حقوق کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں عورت کو جتنی رعایت اور جتنا بلند و ارفع مقام اسلام نے دیا ہے اس کی نظیر تمام ادیان اور بزعم خویش موجودہ مہذب مغربی معاشروں میں برابر کی ملنا تو کجا اس کا عشر عشیر بھی نہیں پایا جاتا۔ قرآن و سنت میں اس صنف نازک کے حقوق کی پاسداری

اور تمام معاملات میں اس کی نگہداشت اور خصوصی رعایات پر مبنی احکامات کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بنتی ہے ۔ قرآن مجید کے تاکیدی احکام وعاشروھن بالمعروف (اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح گزران کرو) فامساک بمعروف او تسریح باحسان (عورت کو دستور کے مطابق روک رکھو یا اچھے طریقہ کے موافق اس کو چھوڑ دو) اور وللنساء نصیب مما ترك الوالدان والاقربون ۔ (جو کچھ ترکہ والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑیں ان میں عورتوں کا بھی حصہ ہے) وغیرہ اہل علم سے مخفی نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس صنف پر اپنی کرم نوازیوں کی انتہا فرمادی حقوق کی رعایت اور حسن سلوک میں اسے مقدم قرار دیا ، اشیائے دنیا میں سے اسے اپنے لیے پسند فرمایا ، ماں کے قدموں تلے جنت کو رکھ دیا ، بیٹیوں اور بہنوں کو دوزخ سے نجات کا ذریعہ قرار دیا ، عورتوں کو نازک آبگینوں سے تشبیہ دی حتی کہ حجۃ الوداع جیسے اہم اور عظیم خطبہ میں بھی ان کو نہیں بھلایا ۔ مشہور مورخ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ خطبہ حجۃ الوداع میں جہاں آپ نے دیگر احکام ارشاد فرمائے وہاں یہ بھی فرمایا ۔

فاتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذتموھن بامان اللہ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ ولکم علیھن ان لا یوطین فرشکم احدا تکرھونہ فان فعلن ذالك فاضربوھن ضربا غیر مبرح ولھن علیکم رزقھن وکسوتھن بالمعروف ۔

(البدایہ ج ۵ ص ۱۷۰ تحت حجۃ الوداع یوم عرفۃ)

عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا ۔ کیونکہ تم نے اللہ کی امانت کے طور پر انہیں اپنے ماتحت کیا ہے اور اللہ کی اجازت سے ان کی عصمت کو حلال کیا ہے ۔ ان کے اوپر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے گھر میں کسی ایسے آدمی کو نہ گھسنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو ۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں (بطور تنبیہ) مار پیٹ سکتے ہو مگر ایسی مار نہ ہو کہ ان کی ہڈی پسلی ٹوٹ جائے ۔ اور تمہارے ذمہ ان عورتوں کا حق یہ ہے کہ تم (مقدور بھر) انہیں اچھا کھانا اور اچھا لباس دو ۔

مذکورہ عبارت سے ملتی جلتی عبارت سیرت ابن ہشام ص ۴۰۴ ج ۲ تحت حجۃ الوداع میں

بھی موجود ہے۔

زندگی انسان کے لیے ایک کڑی آزمائش ہے۔ مشہور عربی مقولہ الدنیا دار المحن کے مصداق یہ دنیاوی زندگی مختلف بلاؤں اور مصائب سے عبارت ہے انسان خصوصاً مسلمان کے اوپر دین دنیا کی اور بال بچوں کی بے شمار اور طرح طرح کی ذمہ داریاں ہیں۔ اہل وعیال کی تمام تر پرورش اور ان کے جملہ اخراجات مرد کے ذمہ ہیں۔ اسلام میں عورت کی رعایت اور اس کے تحفظ حقوق کا اندازہ لگائیے کہ شریعت نے عورت کو بیشتر ذمہ داریوں سے بری قرار دیا ہے۔ بال بچوں کے خوراک لباس، علاج اور دیگر تمام اخراجات و ضروریات کا اولین ذمہ دار مرد کو ٹھہرایا گیا ہے۔ عورت کے ذمہ یہ نہیں لگایا کہ وہ فیکٹریوں میں جاکر مشینوں کا دھواں اور گرمی سہے۔ دفاتر میں جاکر افسران بالا کی جھڑکیاں کھائے، دھوپ میں کھڑی ہوکر محنت مزدوری کرے، سارا دن مشین کی طرح دکان پر چلتی رہے، اپنی اور اپنے بچوں کی روزی کے لیے خون پسینہ ایک کرے بلکہ اس کا اصل مقام یہ ہے کہ وہ آرام سے اور باعزت طریقے سے اپنے گھر میں مقیم رہے۔ اس کا غیور رب نہیں چاہتا کہ وہ دردر کی خاک چھانے اور اوباش و بدقماش لوگوں کی ہوس ناک نظروں کا نشانہ بنے۔